☆محمد ساجد حسین

مَقامَہ
عربی ادب کا ایک نادر اسلوب

ادب کسی قوم کے خیالات، تفکر اور میلان طبع کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ چنانچہ جب معاشرے کے خیالات، اس کی عادتیں، اس کی رغبتیں اور مذاق بدلتا ہے تو ادب کی حالت بھی بدل جاتی ہے۔ عبید زاکانی جو ایک صاحب علم وعقل تھا زمانے اور معاشرے کے اقتضانے اسے ہزل گوئی پر مجبور کر دیا حالانکہ اس کی اپنی مرضی اس میں بالکل شامل نہ تھی۔

ابتدائے اسلام میں زبان و ادب اس عہد کی زندگی کے اغراض و مقاصد بیان کرنے میں استعمال ہوتے تھے۔ کہیں کسی جگہ فروکش ہونے اور وہاں سے کوچ کرنے کا ذکر ملتا تو کہیں اس سے باہمی لڑائی جھگڑوں اور بغض و عداوت پر ابھارنے کا کام لیا جاتا۔ اسلام نے جب معاشرے کی قدروں کو بدل دیا تو ادب سے وہ تمام رائج الوقت الفاظ اور اصطلاحات خود بخود ختم ہوگئیں جن سے وحشیانہ جنگ کا تصور ابھرتا تھا اس ذہنی انقلاب نے سموال بن عادیاء کی اس آواز کو ختم کر دیا۔

وما مات منا سید حتف انفه (۱)

ولا طل منا حیث کان قتیل

اور انھیں ایک ایسا اسلوب عطا کیا جس سے ان میں ذوق لطافت' نرمی ونزاکت اور عفو و درگزر کے جذبات پیدا ہوگئے اور کانوں میں یہ صدا گونجنے لگی۔

اذا ما اتتت من صاحب لک زلة(۲)

فکن انت محتالا لزلته عذرا

خلفائے راشدین کے عہد مبارک میں کتابت قرآن مجید کے علاوہ کوئی باقاعدہ کتاب تو تدوین نہ ہوسکی البتہ قرآن وحدیث کے اسلوب نے ادب کو بہت متاثر کیا۔

بنو امیہ کے عہد میں عرب پہلی مرتبہ اپنے جزیرے سے نکلے اور مختلف ممالک میں پھیل گئے۔ وہاں کے باشندوں سے اختلاط اور میل ملاپ پیدا ہوا، انکی زبانوں اور اسلوب سے واقفیت ہوئی تو ان کے خیالات اور معانی میں وسعت اور ارتقاء ظہور میں آیا۔ فارس اور روم کے تمدن نے اس وصف کو مزید ترقی دی۔ وہ الفاظ جنہیں ذوقِ سلیم پسند نہ کرتا تھا انہیں ترک کر دیا گیا بعض الفاظ اپنے اصل معنوں کے علاوہ دوسرے معنوں میں استعمال ہونے لگے۔ اس کے باوجود تخیل وتصور وہی رہا جو زمانہ جاہلیت میں موجود تھا۔ معانی وخیالات بھی طرزِ قدیم پر قائم رہے البتہ اسلوب میں کسی قدر بانکپن اور شوکت ضرور آ گئی اور اس میں گونا گوں دلفریبی پیدا ہو گئی۔

عہد عباسیؑ سیاسی وعمرانی اور ادبی حالات کے لحاظ سے اسلام کا ایک زریں عہد ہے۔ زبان، ادب، فلسفہ اور عمرانی علوم میں اس کا نہایت پختہ اثر ظاہر ہوا۔ غیر ملکی علوم وفنون کے ترجمے کیے گئے جس کی وجہ سے زبان کا سرمایہ بہت بڑھ گیا۔ غور وفکر، بحث وتمحیص کے لیے ایک وسیع میدان ہاتھ آ گیا۔ الفاظ میں شفتگی اور نزاکت پیدا ہوئی۔(۳)

عربی زبان نے فارسی الفاظ کے علاوہ اس کے بہت سے اسالیب بھی اپنے اندر سمو لیے۔ مجاز، تشبیہ، تمثیل، کنایہ اور محسنات بدیعہ جیسے جناس، طباق، توریہ اور سجع کی طرف میلان بڑھ گیا۔(۴)

جب عربوں میں خوشحالی اور آسودگی آئی اور ایرانیوں سے ان کا میل جول بڑھا تو ان کی زندگی میں تکلف پیدا ہو گیا۔ رنگینی محفل کے لئے ظرافت گوئی، استہزاء اور طرح طرح کی خوش گپیاں ہونے لگیں جس سے ادب کا متاثر ہونا لازمی تھا۔ چنانچہ قدماء کے اسالیب کو ترک کر دیا گیا اور انواع بدیعہ کے زیر اثر کلام کو خوشنما اور الفاظ کو حسین بنانا شروع کر دیا اور اس بارے میں اس قدر غلو کیا کہ کتابوں کی تالیف اور علوم کی تدوین میں بھی اس اسلوب کو استعمال کرنا شروع کر دیا۔ سجع اور پرشکوہ الفاظ اس دور کے اسلوب کا نشانِ امتیاز قرار پائے اور علماء نے اپنی تمام تر توجہ تحسین لفظی پر مبذول رکھی۔ غریب الفاظ اور نادر تراکیب کو جمع کرنا مدعا ٹھہرا لیا۔(۵)

یہ وہ پس منظر ہے جس میں مقامات کا نادر اسلوب متعارف ہوا۔

مقامہ کا لفظ شعر جاہلی میں دو معنی میں استعمال ہوا ہے کبھی تو اس سے مراد قبیلہ کی مجلس یا انجمن ہوتی ہے، زہیر کہتا ہے۔(۴)

وفيهم مقامات حسان وجوهها
وأندية ينتابها القول والفعل

اور کبھی اس جماعت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جس پر یہ جماعتیں یا مجلسیں مشتمل ہوتی ہیں۔

لبید کہتا ہے۔

ومقامة غلب الرکاب کانهم
من لدی باب الحصیر قیام(۷)

ابن منظور کے مطابق المقامة: المجلس ومقامات الناس: مجالسهم والمقامات: المقام الذی تقوم فیه السادة(۸)

عبدالسمیع البطل لکھتے ہیں: المقامات جمع مقامة وهی المجلس (۹)

صاحب القاموس کے مطابق: المقامة المجلس والقوم(۹)

بروکلمان نے بھی اس کے یہی معنی لکھے ہیں:۔

At an early period reports of such conversation and discssion recieved the name of Maqama.(10)

عصر اسلامی میں مقامہ کا لفظ اس مجلس کے معنوں میں استعمال ہونے لگا جس میں کوئی شخص خلیفہ وغیرہ کے سامنے کھڑے ہو کر بات چیت یا وعظ ونصیحت کرتا اس وجہ سے اس کے معنوں میں اس شخص کی گفتگو بھی شامل ہوگئی۔

چنانچہ اقرب الموارد میں اس کی صراحت موجود ہے۔

قام بین یدی الامیر بمقامة حسنة و بمقامات بخطبة أو عظة أو غیرهما(۱۱)

پھر قیام کی قید ختم ہوگئی اور اس کا اطلاق اس شخص کی صرف بات چیت پر ہونے لگا۔

وتطلق المقامات علی خطب من منظوم منثور(۱۲) خود بدیع الزمان نے مقامہ الوعظیہ میں اس کے یہی معنی مراد لئے ہیں:

قال عیسی بن هشام فقلت لبعض الحاضرین من هذا؟ قال غریب

قدطر ألا أعرف شخصه فاصبر عليه إلی آخر مقامته لعله ينبی ء بعلا متہ(۱۳)

استاد احمد حسن زیات نے بھی اس سے اتفاق کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

مقامہ دراصل مقام سے ہے جس کے معنی ہیں کھڑا ہونے کی جگہ پھر اس کے معنوں میں وسعت کر کے اسے جگہ اور مجلس کے معنوں میں استعمال کرنے لگے۔ کثرت استعمال سے مجلس میں بیٹھنے والوں پر مقامہ کا اطلاق ہونے لگا پھر اس کے معنوں میں مزید وسعت پیدا کر کے الفن القصصی کے مؤلف لکھتے ہیں:

مقامہ سے مراد شروع ہی سے تعلیم تھی شاید یہی وجہ ہے کہ بدیع الزمان نے اس کا نام مقامہ رکھا ہے قصہ یا حکایت نہیں رکھا یہ مختصر سی گفتگو کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا بلکہ اسے دلچسپ بنانے کے لئے اس کو قصہ کی شکل دے دی جاتی ہے۔ قصہ کا صرف ظاہر مقصود ہوتا ہے بدیع الزمان نے محض یہی مدنظر رکھا ہے کہ ہم ایک طرف تو کسی حادثہ معینہ پر مطلع ہو جائیں اور دوسری طرف اسلوب بیان سے واقف ہو جائیں جو اس زمانے میں بہت پسند کیا جاتا تھا۔(۱۴)

پطرس بستانی بھی اسی رائے سی اتفاق کرتے ہیں کہ مقامہ میں فن قصصی کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا کیونکہ اس میں قصہ مقصود بالذات نہیں ہوتا۔

"والفن القصصی ضعيف فی المقامات لقصرها ثمّ لان القصة ليست غاية فيها بل واسطة لاظهار شخصية بطلها فی شتی احواله(۱۵)

بلکہ وہ تو تحسین لفظی کا ایک بے مثال مرقع ہوتا ہے جسے خوشنما سجع اور خوبصورت عبارات سے مزین کیا جاتا ہے:

وتمتاز المقامات فی جمال نعتها و كثرة غريبها واعتمادها علی المجاز اكثر من الحقيقة واصطباغها بالصنعة اكثر من الطبع فهی ملتزمة السجعات ،انيقة العبارات، حافلة بالمحسنات المعنوية واللفظية(۱۶)

نکلسن لکھتے ہیں کہ مقامہ کے اسلوب کو سامی زبانوں میں ڈرامہ نویسی کی ابتدائی کوشش قرار دیا جاسکتا ہے۔(۱۷) کیونکہ مقامہ میں جو واقعہ بیان کیا جاتا ہے اس کا تعلق ایک شخص معین سے ہوتا ہے جسے اس فن کی اصطلاح میں بطل کہا جاتا ہے یہ بطل مقامات بدیع الزمان میں ابوالفتح اسکندری ہے

اور مقامات حریری میں ابوزید سروجی ہے- لیکن یہ محض ایک مفروضہ ہے حقیقت وہی ہے جس کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ مقامات لکھنے والوں نے اپنی تمام تر توجہ تحسین لفظی پر مبذول رکھی ڈرامہ نگاری سے انہیں کوئی سروکار نہ تھا-

دور حاضر کے بعض نقادوں اور بعض مستشرقین نے اسے قصوں کی ایک قسم قرار دے کر اس کا موجودہ فن قصصی سے مقابلہ کیا ہے اور اس پر کچھ فنی اعتراض کئے ہیں لیکن یہ اعتراضات بے محل ہیں کیونکہ مقامات فن قصہ نگاری کو ملحوظ رکھتے ہوئے نہیں لکھے گئے بلکہ ان سے تو مقصود محض خوشنما سجع کے طرز پر غریب الفاظ کو جمع کرنا ہے تا کہ طلبہ اس سے مستفید ہوں اور وہ ادبی تحریروں میں فائق ہو سکیں انہیں قصہ کی شکل محض اس لئے دی جاتی ہیں تا کہ انہیں پڑھنے کا اشتیاق پیدا ہو-

مؤرخین ادب نے عام طور پر بدیع الزمان ہمدانی کو مقامات کا موجد اول قرار دیا ہے- خود ابوالقاسم حریری جس نے بدیع الزمان کے بعد اس فن میں سب سے زیادہ شہرت حاصل کی، نے بھی ہمدانی کو ہی اس فن کا موجد اور اپنے آپ کو اس کا پیرو تسلیم کیا ہے وہ لکھتا ہے-

"فانه جرى ببعض اندية الادب الذى ركدت فى هذا العصر ريحه وخبت مصابيحه ذكر المقامات التى ابتدعها بديع الزمان علامة همدان رحمه الله..........فأ شار من اشارته حكم وطاعته غنم إلى أن انشئى مقامات اتلو فيها تلو البديع[١٨].......... وأنشأت على ما أعانيه من قريحة جامدة وفطنة خامدة وروية ناضبة هموم ناصبة خمسين مقامة" [١٩]

لیکن بعض مؤرخین ادب نے اس سے اختلاف کیا ہے اور وہ بدیع الزمان کو مقامات کا موجد اول تسلیم نہیں کرتے بلکہ وہ ابن درید[٢٠] کو اس کا بانی قرار دیتے ہیں چنانچہ ابواسحاق حصری اپنی تصنیف زهر الأدب میں لکھتا ہے کہ بدیع الزمان نے ابن درید کے چالیس قصوں کو دیکھ کر اپنے مقامات کی طرح ڈالی- البتہ ابن درید نے اپنے قصوں کا نام احادیث اور ہمدانی نے اس کی بجائے ان کا اصطلاحی نام مقامات تجویز کیا- یاقوت حموی نے معجم الادبا میں ابواسحاق کی پوری عبارت نقل کی ہے-

ولما رأى أبا بكر محمد بن الحسن بن دريد الاز دى أغرب (١) بأربعين حديثا، وذكر أنه استنبطها من ينا بيع صدره، وانتخبها (٢) من معادن فكره، وأبداها للابصار والبصائر، وأهداها الى الأفكار والضمائر فى معارض (٣)

حوشية، وألفاظ عنجهية (٤) فجاء أكثرها تنبو عن قبوله الطباعُ ولا ترفع له حجب الاسماعُ وتوسع فيها إذ صرف ألفاظها ومعا نيها في وجوه مختلفة، وضروب منصرفة، عارضه (٥) بأر بعمائة مقامة في الكدية (٦) تذوب ظرفا، وتقطر حسنا ، لا منا سبة بين المقامتين لفظا ولا معنى، عطف مساجلتها (٧) ووقف مناقلتها(٨) بين رجلين، سمى أحدهما عيسى بن هشام، والآخر أبا الفتح الاسكندرى، وجعلهما يتهاديان الدر، ويتنافثان (٩) السحر، في معان تضحك الحزين، وتحرك الرصين، وتطالع منها كل طريفة(١٠) و توقف منها على كل لطيفة، وربما أفرد بعضهما بالحكاية وخص أحدهما بالرواية،وقد ذكره أبو نصر عبدالرحمن بن عبد الجبار الفامي في تاريخ هراة من تأليفه-(٢٠)

پروفیسر ڈاکٹر محمد شفیع مرحوم نے بھی حصری سے اتفاق کرتے ہوئے ابن درید الازدی کے قصوں کو ہی مقامات ہمدانی کی وجہ تصنیف قرار دیا ہے البتہ یہ تسلیم کیا ہے کہ مقامات ہمدانی اس فن کی پہلی کتاب ہے جو ہم تک پہنچی ہے-(٢١)

اس جدید تاریخی نظریہ پر سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ ابن درید تو صرف ایک لغوی، نحوی اور راوی تھا انشا پرداز نہ تھا اس لئے اس کے قصے کیونکر بدیع الزمان جیسے انشا پرداز کے دل میں اس کی تقلید کا جذبہ پیدا کر سکتے ہیں جس کے بارے میں ثعالبی جیسا فاضل یہ رائے رکھتا ہو-

بديع الزمان معجزة همدان ونادرة الفلك وبكر عطارد و فرد الدهر وغرة العصر ومن لم يلق نظيره في ذكاء القريحة وسرعة الخاطر و شرف الطبع و صفاء الذهن و قوة النفس ومن لم يدرك قرينه في ظرف النثر(٢٢)

بدیع الزمان نے اپنے معاصر ابو بکر خوارزمی جیسے فاضل استاد سے مقابلہ کیا اور کامیاب قرار پائے- البستانی لکھتے ہیں "فنتيجة المناظرة على رواية الهمداني نصر مبين له وخذلان مبين للخوارزمي"(٢٣) البتہ بستانی نے اس روایت پر اعتماد نہیں کیا وہ لکھتے ہیں: وانا ان كنا نكبر عبقرية ابى الفضل ونؤثره على أبي بكر لانرى بدا من الشك في

روایته وقد رأینا أن الثعالبی لم یذکر فی یتیمة الدهر ان البدیع قهر ابا بکر[۴۵]

پھر یہ بات بھی اپنی جگہ حقیقت ہے کہ ابن درید ۳۲۱ھ میں فوت ہو گئے اور بدیع الزمان ۳۵۷ھ[۴۶] میں پیدا ہوئے۔ کتب ادب میں ابن درید کی کسی مستقل تصنیف کا ذکر نہیں ملتا جو بدیع الزمان تک پہنچی ہو ابن درید کی احادیث صرف چند نوادر اور لطائف ہیں جن کو ادیبوں نے اپنی کتابوں میں اس کے نام سے نقل کر دیا ہے ان کی تعداد بھی چالیس تک نہیں پہنچتی۔ چند دلچسپ قصے جو اس نے بدوؤں کی زبان سے نقل کئے ہیں ان کا تعلق بھی زیادہ تر عربوں کی فصاحت سے ہے لیکن مقامات کا تعلق انشاء کی ایک مستقل صنف سے ہے جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ اس کے بارے میں البستانی بھی ہماری اس رائے سے اتفاق کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں:

ولا یحط من قدر البدیع قول الحصری فی زهر الأدب أنه ترسم ابن درید فی أحادیثه الأربعین لأن أحادیث ابن درید نوا در و لطائف لم یستقل بها دون غیر فللجاحظ مثلها فی البخلاء والحیوان وکذلک لابن قتیبة فی عیون الاخبار ولا بن عبد ربه فی العقد الفرید وهو فی هذه الأحادیث یتوفی إظهار فصاحة الاعراب والاشادة بفضائلهم ولیست المقامات کذلک[۴۷]

ابن زیات لکھتے ہیں کہ ہمدانی نے مقامات کا فن اپنے استاد احمد بن فارس صاحب المجمل سے سیکھا لیکن اس کے استاد کے آثار میں کوئی ایسی چیز نہیں ملتی جس سے اس زعم کی تائید ہوتی ہو البستانی لکھتے ہیں۔

ان زعم بعضهم أنه أخذه عن أستاذه ابن فارس، فلیس فی آثار أستاذه ما یرجع هذا الزعم ولا فضل فی اختر اعها الا لبدیع الزمان[۴۸]

تاریخ ادب کی تمام روایتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بدیع الزمان نے چار سو مقامات ترتیب دیے۔[۴۹] لیکن ان میں سے صرف ترپن مقامات دستیاب ہیں باقی زمانے کی دستبرد کا شکار ہو گئے۔ مفتی محمد عبدہ کی شرح باون مقامات پر مشتمل ہے انہوں نے مقامہ شامیہ کو چھوڑ دیا ہے کیونکہ وہ ادب کے منافی تھا۔ وہ لکھتے ہیں:

وههنا ماینبغی التنبیه علیه وهو أن فی هذا المؤلف من مقامات البدیع رحمه الله افتننا نا فی أنواع من الکلام کثیرة ما کان منها ما یستحی الأدیب من

قراء ته. ويخجل مثلي من شرح عبارته ولا يحمل بالسذج أن يستشعروا معناه أو تنساق أذهانهم إلى مغزاه.......... وهذا عذرنا في ترك المقامة الشامية[۳۰]

اس کے علاوہ دوسرے مقامات میں سے بھی آپ نے بعض جملے اور الفاظ خارج کر دیئے ہیں۔

ایران میں ہزل وفحش گوئی کی شاعری قدیم ایام سے چلی آ رہی تھی لیکن غزنوی دور میں یہ طریقہ اس قدر عام اور بے عیب ہوگیا تھا کہ افاضل شعراء اور ادباء کی عظمت اور بزرگی میں اس سے کچھ فرق نہ آتا تھا بلکہ یہ لوگ حکیم کے لقب سے ملقب ہوتے تھے چنانچہ حکیم ابوالعلائی گنجوی جو حکیم خاقانی کا مربی اور خسر تھا اور اس کے اور خاقانی کے درمیان ایسی رکیک ہجو بازی ہوتی تھی جس کی تصریح کرنے سی شرم آتی ہے۔[۳۱] شیخ سعدی نے بھی اپنے تقدس کو بالائے طاق رکھتے ہوئے دل کھول کر ہزل کی داد دی ہے۔[۳۲] ظاہر ہے کہ جو برائی معاشرے میں اس قدر عام اور بے عیب ہو جائے اس سے بالکل پاک رہنا انسانی طاقت سے باہر ہے چنانچہ مفتی عبدہ مرحوم نے بھی لکھ دیا ہے "واعوذ بالله ان ارمی صاحب المقامات بلائمة تنتقص من قدره او اعيبه بهايحط من امره ولكن لكل زمان مقال"

رافعی نے اپنی شرح میں پچاس مقامات شامل کئے ہیں اور آخر میں ملح بدیع الزمان الهمدانی کے عنوان سے دو قصے شامل کئے ہیں۔ مقامہ شامیہ اس میں بھی موجود نہیں۔ دونوں شروح میری نظر سے گزری ہیں، مفتی عبدہ مرحوم کی شرح کوئی اعتبار سے رافعی کی شرح پر فضیلت حاصل ہے۔

جہاں تک مقامات کی ادبی قدر و قیمت کا تعلق ہے یہ ایک بڑا وسیع مضمون ہے جس کا یہ مقالہ متحمل نہیں ہوسکتا۔ بدیع الزمان نے مقامات کو کسی ایک عہد تک محدود نہیں رکھا مثلاً وہ المقامۃ الغیلانیہ میں فرزدق اور ذوالرمہ کا ذکر کرتا ہے۔ پھر المقامہ الحمدانیہ میں سیف الدولہ کا تذکرہ اور خلف بن احمد کے متعلق بات چیت کرتا ہے جو سجستان کا والی تھا اور ہمدانی کا معاصر تھا۔ ہمدانی نے مقامات میں جو دو کردار متعارف کروائے ان پر بہت کچھ کہنے سننے کی ضرورت ہے۔ یہ موضوع کسی الگ مقامہ میں زیر بحث آئے گا۔ وما توفیقی الا باللہ۔ ایک بات کا تذکرہ یہاں ضرور کرنا چاہتا ہوں۔ سید ابوبکر محسن علوی نے ۱۱۲۸ھ میں مقامات ھندیہ کے نام سے ایک کتاب مرتب کی تھی، یہ بھی پچاس مقامات پر مشتمل ہے، اسلوب سادہ اور آسان ہے۔ ضرورت ہے کہ اسے مرتب کیا جائے۔ مسٹر شیزی جنہوں نے

مقامات حریری کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے اس کے مقدمہ میں انہوں نے ایسی تمام کتابوں کی فہرست دی ہے جن کا تعلق اس اسلوب سے ہے لیکن مقامات ھندیہ کا تذکرہ نہیں کیا۔

حواشی

۱- دیوان الحماسہ، ص۲۹

۲- باب الادب، ص۱۶

۳- الوسیط ۔ ۱۸۴، ۲۱۴

۴- الروائع نمبر ۲۵، ص نمبر ۱۸

۵- الروائع ۲۴، ۱۰

۶- الوسیط، ص۲۰۰

7. A literary History of the Arabs by Nicholson

۸- لسان العرب، مادہ ق-و-م

۹- الوجیز فی الادب وتاریخہ

۱۰- القاموس المحیط، جلد سوم، ص۱۷۱

۱۱- بروکلمان، جلد اول، ص۹۴

۱۲- اقرب الموارد، ص۱۰۵۴

۱۳- اقرب الموارد، ص۱۰۵۵

۱۴- مقامات ابی الفصل وشرحھا (محمد عبدہ) ص۱۴۳

۱۵- الفن القصصی، ص۱۰

۱۶- ادباء العرب فی الاعصر العباسیہ، ص۳۱۲

۱۷- ادباء العرب ص۳۱۲

18. A Literary History of the Arabs by Nicholson Page 328

۱۹- اس سے مراد انو اشروان بن خالد ہے جو بعد میں مسترشد باللہ کا وزیر بنا جس وقت اس نے

حریری سے یہ سفارش کی ان دنوں وہ ریٹائرزندگی بسر کررہا تھا اوراس کی مصروفیات علم وادب کی خدمت تک محدود تھیں۔

۲۰- مقامات حریری،ص ۵

۲۱- ابن درید النحوی (ابوبکر) المتوفی ۳۱۲ھ۔ذیل الامالی ۱۵۳

۲۲- معجم الادباء،ج ا،ص ۱۷۰

۲۳- جواہرالبحور،ص ۳۱

۲۴- یتیمتہ الدھر،جلد ۴،ص ۴۲

۲۵- ادباءالعرب فی الاعصرالعباسیہ،ص ۳۱۱

۲۶- ادباءالعرب فی الاعصرالعباسیہ،ص ۳۱۱

۲۷- تاریخ پیدائش کے بارے میں اختلاف ہے

۲۸- ادباءالعرب،ص ۳۱۸

۲۹- ادباءالعرب،ص ۳۱۸

۳۰- معجم الادباء،ص ۱۶۶

۳۱- مقامات ابی الفضل،ص ۷

۳۲- حیات سعدی،ص ۱۷۲

۳۳- کلیات سعدی،ص ۱۸

۳۴- مقامات ابی الفصل،ص ۷

مصادرومراجع

البستانی، پطرس:	أدباء العرب فی الأعصر العباسیة،	مکتبه صادر بیروت
البستانی، فواد افرام:	(۱) الروائع ۲٤،	المطبعة الکاثولیکیة، بیروت
	(۲) الروائع۲٥،	
البطل: عبدالسمیع:	الوجیز فی الأدب و تاریخه،	مطبعة العربیة، مصر
ابن منظور:	لسان العرب،	المطبعة المیزیة ببولاق، مصر
أبوتمام حبیب بن أوس:	دیوان الحماسة،	مطبعة السعاده، مصر
الثعالبی، عبدالملك بن محمد:	یتیمة الدهر،	مطبعة دار الکتب، قاهره
احمد اسکندری:	الوسیط فی الأدب العربی،	دار المعارف، مصر
حریری، ابو القاسم:	مقامات،	طبعه محمدی، دهلی
حالی، الطاف حسین:	حیات سعدی،	جان محمد اله بخش
الرافعی، محمد محمود:	شرح مقامات بدیع الزمان،	مطبعة الکاثولیکیه، بیروت
الزمخشری، جارالله:	اساس البلاغة،	مطبعه دار الکتب، قاهره
زیات، احمد حسن:	تاریخ الادب العربی،	فاران اکیڈمی، لاهور
سعدی، مصلح الدین:	کلیات،	مطبعة مجتبائی، دهلی
علوی، ابوبکر بن محسن:	المقامات الهندیه،	
الفیروز آبادی، مجد الدین:	القاموس المحیط،	المطبعة المیمنیة، مصر
القالی، اسماعیل بن القاسم:	کتاب الامالی،	مطبعه مرسلی الیسوعیة، بیروت
اللبنانی، سعید الخوری:	اقرب الموارد،	مطبعه مرسلی الیسوعیة، بیروت
محمد شفیع، ڈاکٹر:	جواهر البحور،	پنجاب یونیورسٹی
محمد عبده:	مقامات بدیع الزمان و شرحها،	مطبعه الکاثولیکیة، بیروت
یاقوت الحموی:	معجم الادباء،	دار الکتب، بیروت
Nicholson	A literary history of the Arabs	London